اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیئے جو نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کام کرنے کا حکم دے اور برے کاموں سے منع کرے، یہ ہی لوگ نجات پانے والے ہیں (قرآن کریم پارہ ۴ رکوع ۲)

سلسلہ نمبر 809

قیامت سے پہلے قیامت

حضرت مولانا مفتی عبدالقدوس رومی مفتی شہر

شائع کردہ:
مدرسہ افضل العلوم، تاج گنج آگرہ

ملنے کا پتہ:
جیمس فوٹو کمپنی، شومارکیٹ آگرہ

قیامت سے پہلے
قیامت
حضرت مولانا مفتی عبدالقدوس رومی مفتی شہر
شائع کردہ
مدرسہ افضل العلوم، تاج گنج، آگرہ
ملنے کا پتہ
جیمس فٹویر کمپنی، شو مارکیٹ، آگرہ

بِاسْمِہٖ تعالٰی

رسول خدا صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم

کی قابل توجہ پیش گوئیاں

قیامت سے پہلے قیامت

حضور سرورِ کائنات رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کی روشنی میں ہمارے موجودہ معاشرہ کے بعض پہلو؟

حضرت مولانا مفتی عبدالقدوس رومیؔ مفتی شہر آگرہ

شائع کردہ

مدرسہ افضل العلوم، تاج گنج، آگرہ

ملنے کا پتہ

جیمس فٹو ریکمپنی، شو مارکیٹ، آگرہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آج کی مجلس کے لئے اللہ تعالیٰ نے بیان کا جو عنوان دل میں ڈالا وہ راقم السطور کی سطح علم سے بہت اونچا اور نا قابل رسائی ہے۔ اس لئے احقر اپنے محترم سامعین کی خدمت میں اپنی نارسائی و قصور علم کا اعتراف کرتے ہوئے اس بات کی اجازت کا خواستگار بھی ہے کہ راقم السطور عنوان بالا سے متعلق جو باتیں بیان کرنا چاہتا ہے ان کے لئے اپنے اکابر کا خوشہ چین بن کر ان کی بلند پایہ علمی نگارشات کے سہارے اظہار مدعا کرے۔

یوں تو کہنے والے یوں بھی کہیں گے اُنْظُرْ اِلٰی مَاقَالَ وَلَا تَنْظُرْ اِلٰی مَنْ قَالَ (جو کچھ کہا ہے اسی کو دیکھو یہ نہ دیکھو کہ کس نے کہا ہے) لیکن یہ حقیقت بھی نا قابل انکار ہے کہ اگر کوئی تہی مایۂ علمی تحقیقات بیان کرنے لگے تو اہل علم بجا طور پر یہ دیکھنے کا حق رکھتے ہیں کہ ایسے علمی وقیع تحقیقات یہ بے مایۂ علم کہاں سے بیان کر رہا ہے؟ اور پھر بعد تحقیق یہ حقیقت منکشف ہو کہ یہ ساری تحقیقات تو کسی صاحب تحقیق کی نگارشات تھیں جنھیں کسی مدعی نے اپنی نگارش بتا

کر زبردستی کی فرضی واہ واہ حاصل کی ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ صورت حال کسی بھی عقل مند آدمی کے لئے قابل قبول ہی نہونی چاہئے اور دیانت کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ ایسے نادر علمی مضامین جن میں ''توارد'' کی تاویل آسانی سے نہ چل سکتی ہو اسے اصل صاحب مضمون ہی کے حوالہ سے ہی نقل کیا جائے۔

اس مختصر اعتذار و تمہید کے بعد عنوان بالا سے متعلق جو کچھ پیش کرنے کا ارادہ ہے وہ پیش خدمت کیا جارہا ہے سماعت فرمائیں۔

ماضی قریب میں ایک صاحب نظر اہل علم و قلم مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ گزرے ہیں ہندوستان و پاکستان کے مختلف مدارس میں درس حدیث دیتے رہے آخر میں مدینہ منورہ ہجرت فرماگئے (جہاں ۵/رجب ۱۳۸۵ھ مطابق اکتوبر ۱۹۶۵ء) شب جمعہ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے)۔

اردو زبان میں احادیث نبویہ کی ترجمانی و تشریح میں مولانائے موصوف کی کتاب ''ترجمان السنۃ'' بہت ہی بہترین اور بلند پایہ علمی کتاب ہے جو چار حصوں پر مشتمل ہے ندوۃ المصنفین دہلی سے یہ

کتاب شائع ہوئی ہے قدیم دہلی کا ایک قدیم ادارہ ندوۃ المصنفین ہے مولانا میرٹھی اس ادارہ کے ”رفیق“ بھی تھے۔

حضور اقدس ﷺ کی پیشین گوئیاں بھی منجملہ معجزات ہیں اس لئے مختصر طور پر معجزہ کی حقیقت کا بیان بھی ضروری ہو جاتا ہے۔

ترجمان السنۃ کی چوتھی اور آخری جلد میں حضور اقدس ﷺ کے معجزات کا نہایت مفصل اور ایمان افروز بیان ہے جس کے جستہ جستہ اقتباسات یہاں پیش کیئے جا رہے ہیں۔

اس چوتھی جلد کا آغاز حقیقت معجزات کی تفہیم و تشریح پر مشتمل ہے جو خالص علمی و کلامی بحث ہے اہل علم ہی اس سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ اس بحث کا آغاز اس عنوان سے کیا گیا ہے۔

”معجزات رب العالمین کی معرفت کا ایک جدید دروازہ ہیں جس کو صرف انبیاء علیہم السلام تشریف لا کر کھولتے ہیں“

اس عنوان کے تحت فرماتے ہیں:

”واضح رہے کہ انبیاء علیہم السلام اس عالم میں تشریف لا کر عالم انسانی کو ایک ایسے غیر محسوس عالم سے خبر دار کرتے ہیں جو عام نظروں سے صرف غیر محسوس ہی نہیں ہوتا، کچھ غیر معقول بھی

ہو تا ہے۔ وہ یہ بتاتے ہیں کہ اس عالم کے ماوارا ایک دوسرا عالم بھی ہے جو اس سے کہیں زیادہ وسیع، کہیں زیادہ پائدار اور پراز عجائبات ہے اور یہ تمام عالم ایک ایسی ہستی کی مخلوق ہیں جو ان سب سے ماوار ہے جس کے قبضہ میں ذرہ ذرہ کا وجود و عدم ہے۔ اس عجیب دعوے کے ساتھ وہ دوسرا عجیب دعویٰ یہ بھی کرتے ہیں کہ وہ اس وراء الوارا ہستی کی جانب سے اس کے پیغمبر ہیں اور اب فلاح و صلاح دارین صرف ان ہی کی اتباع پر منحصر ہے۔

چونکہ انسان ہمیشہ سے صرف اپنے مشاہدات و تجربات پر یقین کرنے کا عادی رہا ہے اور محض عقلی طور پر اگر وہ کسی بات کا یقین کرتا بھی ہے تو اسی بات کا یقین کرتا ہے جو اس کے مشاہدات کا ثمرہ (و نتیجہ) ہوتی ہے۔ اس لئے رسولوں کے (بیان کردہ) ان غائبات (ومغیبات) پر جزم و یقین حاصل کرنے کے لئے وہ کسی نہ کسی سائنٹفک طریقہ کا تلاشی وجُویا رہتا ہے۔

اور یہ بات ظاہر ہے کہ اس کے سامنے یہاں کوئی ایسا طریقہ موجود نہیں ہوتا اس لئے وہ دعوت انبیاء کی فوری تصدیق کرنے میں کچھ معذوری سی محسوس کرتا ہے اس لئے ضروری ہوا کہ انبیاء علیھم

السلام تشریف لا کر دنیا کے سامنے ایک جدید طریقۂ استدلال کا آغاز کریں جو عالم غائبات پر ایمان لانے کے لئے انسانی فطرت کو بہت آسانی کے ساتھ مطمئن کر سکے اور وہ یہی کہ ان کی فطرت کے مطابق ایسے دلائل (و شواہد) پیش کر دیں جن کا تعلق مشاہدات ہی سے ہو انہی کا نام معجزات و خوارق عادات ہے (انہی کو آیات اور براہین نبوت بھی کہا جاتا ہے) (ترجمان السنۃ جلد چہارم صفحہ ۲)

قرآن کریم کی نظر میں معجزے کی حقیقت

نصوص قرآنیہ (اور تصریحات قرآنی) سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ معجزہ خدائی فعل ہوتا ہے خود رسولوں کا فعل نہیں ہوتا ہے، اس کا ظہور بھی خدا تعالیٰ کے ارادہ اور مشیت پر موقوف ہوتا ہے رسولوں کے ارادے سے نہیں ہوتا، رسولوں میں "معجزہ نمائی" کی کوئی طاقت بھی نہیں ہوتی اور معجزے میں ان کی قدرت یا نفسی تاثیر کا بھی کوئی دخل نہیں ہوتا یہ ایجابی و سلبی دونوں نسبتیں قرآن کریم میں جابجا موجود ہیں۔

معجزہ بھی رسالت و نبوت کی طرح موہوب (عطیہ) الٰہی ہوتا ہے رسولوں کے کسب سے نہیں ہوتا

یہ بات قابل غور ہے کہ قرآن کریم جب معجزات کا تذکرہ کرتا ہے تو ہمیشہ اسی تنبیہ کے ساتھ کرتا ہے کہ یہ معجزات بھی رسالت و نبوت کی طرح رسولوں کو اپنی طرف سے دے کر بھیجے جاتے ہیں......

"ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ جب رسولوں کو اپنی جانب سے رسول بنا کر بھیجتا ہے تو ضرور ان کو کچھ اشیاء ایسی عطا ہونی چاہئیں جن کو وہ اس عظیم الشان دعوے کے لئے بطور دلیل و حجت پیش کر سکیں۔ اس لئے جب ان کو قوموں کے لئے بھیجا گیا تو ہمیشہ برہان و حجت دے کر بھیجا گیا ہے" (ترجمان السنۃ جلد چہارم صفحہ ۱۲ و ۱۳)

معجزہ رسول کی تفہیم سے متعلق اس ضروری و مختصر بیان کے بعد ہم اپنے عنوان مضمون یعنی حضور اقدس ﷺ کی پیشین گوئیوں سے متعلق بھی مختصر طور پر تفہیم ضروری سمجھتے ہوئے ترجمان السنۃ

ہی کے کچھ اقتباسات نقل کرتے ہیں۔ حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی فرماتے ہیں:-

"غیب کی پیشین گوئیوں کا باب انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا ایک اہم باب ہے لیکن بعض اہل فکر کو یہ مغالطہ لگ گیا ہے کہ ایمانیات سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہوتا (یعنی ان پر ایمان لانا اور ان پر یقین رکھنا ضروری نہیں ہے) غالباً اس کی بنیاد اس پر ہے کہ انھوں نے دیکھا کہ بہت سی پیشین گوئیاں ایسی ہیں جن کے الفاظ مبہم ہیں، بعض وہ ہیں جو بظاہر بہت بعید از قیاس معلوم ہوتی ہیں، بعض وہ ہیں جو تیرہ (چودہ) سال کی مدت دراز گزرنے پر بھی ظہور میں نہیں آئیں اور بعض وہ ہیں جو پوری تو ہو گئیں مگر روایت کے پورے الفاظ کے مطابق پوری نہیں ہوئیں۔

ان تمام مشکلات سے نجات حاصل کرنے کے لئے انھوں نے یہی صورت آسان سمجھی کہ بہت سے مقامات پر تو ان کا انکار ہی کر دیا جائے اور جہاں تسلیم کیا جائے تو وہاں ان کی اہمیت نظروں میں اتنی گھٹا دی جائے کہ وہ بھی انکار ہی کے برابر ہو جائے۔ پھر اس کو ضابطہ میں لانے کے لئے ان کی اسانید کی طرف قدم اٹھایا اور جب بعض کی

اسانید میں کوئی کمزوری نظر آئی توان کے اس خیال کو اور تقویت ہو گئی۔

اس کے بعد انھوں نے یہ دیکھا کہ پیشین گوئیوں کا تعلق چونکہ اکثر اخبار احاد سے ہوتا ہے پھران کو ایمانیات سے کیسے تعلق ہو سکتا ہے، پھران کی نظریں شاید اس طرف بھی گئی ہوں کہ دنیا کے پیش آمدہ اور آئندہ پیش آنے والی خبروں کو عقائد میں داخل کرلینا محض ایک غلو ہے اور ایک غیر معقول قدم ہے اس لئے یہ تجویز سامنے آئی کہ اس سارے باب ہی کو طے کر کے رکھ دیا جائے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اگر ذرا غور سے کام لیا جاتا تو یہ بات بالکل واضح ہو جاتی کہ پیشین گوئیاں نبوت کا بہت اہم جزو ہیں کیونکہ "النبی" کا مفہوم ہی یہ ہے کہ "اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبریں پاکر دوسروں کو (خبریں) دینے والا" اسی کا دوسرا نام "غیب کی خبریں" ہیں جتنے انبیاء علیہم السلام پہلے گزر چکے ہیں سب ہی نے غیب کی خبریں دی ہیں اور "پیشین گوئیاں" فرمائی ہیں، پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ سب سے آخری اور اولوالعزم پیغمبر کے ساتھ یہ "باب" ہی نہ ہوتا۔ اس باب کو خود

قرآن کریم نے قائم کیا ہے اور بڑی تحدی (چیلنج) کے ساتھ قائم کیا ہے۔ حتیٰ کہ اس کے اعجاز کا ایک حصہ یہی غیب کی خبریں ہیں"
(ترجمان السنۃ صفحہ ۲۹۱ جلد ۴)

اب رہا ان کے بعید از قیاس ہونے کا مسئلہ تو رسالت اور خدائی کو تسلیم کرنے کے بعد اس سے بڑھ کر کوئی بات بعید از قیاس نہیں ہوتی جس کی وجہ ان کا خود بعید از قیاس ہونا نہیں ہے بلکہ اس کی وجہ انسانی فطرت کا یہ ضعف ہے کہ وہ اپنے مشاہدات و تجربات کے سوا غیب کی چیزوں پر ایمان لانے ہی کو ایک کٹھن منزل تصور کرتی ہے خواہ وہ پیش گوئیاں ہوں یا احوال محشر یا جنت دوزخ کا حال۔ بلکہ ایک بڑی سفاہت یہ ہے کہ وہ جن و ملائک کے وجود کا بھی قائل ہونا نہیں چاہتے حالانکہ موجودہ تحقیقات کی بنا پر بھی عالم روحانیات پر کچھ دور تک دسترس ہو چکی ہے۔ (ترجمان السنۃ صفحہ ۲۹۳ ج ۴)

رسول مقبول صادق و مصدق ﷺ کی ارشاد فرمائی ہوئی پیشین گوئیوں سے متعلق بعض کج فکر اور گمراہوں کے خیالات و مزعومات کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ جس سے یہ حقیقت آشکار ہو جاتی ہے کہ ہمارے آج کے دور میں حضور اقدس ﷺ کی پیش گوئیاں

کس وجہ سے یکسر نظر انداز کر دی گئیں ہیں اور بھول کر بھی اب کوئی
ان کا تذکرہ ہی نہیں کرتا ہے۔

علاوہ ازیں راقم السطور کو یہ گمان بھی ہے کہ ہمارے دور میں
اخبارات وغیرہ کے ذریعہ عام نجومیوں کی پیش گوئیوں کا رواج اور
چلن اس درجہ بڑھ گیا ہے کہ اب پیش گوئی کا لفظ سنتے ہی عام طور پر
ذہن میں پیش گوئی کا وہی مفہوم آتا ہے جو ان نجومیوں اور منجموں
کے ذریعہ وقتاً فوقتاً ہمارے علم میں آتی رہتی ہیں۔

اس موقع پر قابل غور بات یہ ہے کہ نجومی و کاہن وغیرہ جو
غیب کی خبریں دیتے ہیں ان کا ذریعہ کسی صورت میں بھی یقینی نہیں
کہا جاسکتا کیونکہ ان کا ذریعہ علم یا تو علم نجوم ہے یا انھیں یہ معلومات
تسخیر جنّات کے ذریعہ حاصل ہوتی ہیں جن میں بیشتر ذرائع کسبی ہیں
جو کسب و مشق سے حاصل ہو سکتے ہیں برخلاف پیش گوئی نبوت و
رسالت کے جو سراسر وہبی و عطائی ہوتی ہے جو بامر الٰہی زبانِ رسول
سے ادا ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے علمائے دین نے ان پیش گوئیوں کو
بھی منجملہ عقائد تسلیم کیا ہے۔

مثال کے طور پر قیامت کے قریب حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کا آسمان سے نزول کا عقیدہ متفقہ عقیدہ ہے اور اس کی بنا صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی ہے۔

ان گزارشات کے بعد راقم السطور اپنے مجوزہ عنوان کے مطابق حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی چند احادیث مبارکہ پیش کرتا ہے جو حضرت صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئیوں پر مبنی ہیں۔

احادیث کو نقل کرنے سے پہلے یہ بات واضح ہو جانی چاہئے کہ زیر نظر عنوان بالا کے مطابق یہاں ایسی ہی پیشگوئیاں نقل کی جائیں گی جو ہماری عملی زندگی سے وابستہ ہونے کے باوجود ہماری غفلتِ عملی یا ہماری بد اعتقادی کی وجہ سے بالکل ہی متروک ہو گئی ہیں اور ان کو ترک کر دینے کی وجہ سے ہم معصیت و نافرمانی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

(۱) عن ابی هريرہ رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صنفان من اهل النار لم ارهما قوم معهم سباط کاذناب البقر يضر بون بها الناس و نساء کاسيات عاريات مميلات مائلات رؤسهن کاسنمة البخت المائلة لا يد خلن الجنة ولا يجدون ريحها وان ريحهالتوجدمن

حسیرۃ کذا و کذا (رواہ مسلم)

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں دو قسم کے لوگ پیدا ہوں گے جنھیں میں نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا ایک تو ایسے مرد جن کے ہاتھوں میں بیلوں کی دموں جیسے کوڑے ہوں گے جن سے لوگوں پر ظلم توڑتے رہیں گے۔

دوسری وہ عورتیں جو لباس تو پہنے ہوں گی مگر در حقیقت برہنہ ہوں گی ان کا حال یہ ہوگا کہ دوسروں کو اپنی طرف مائل کریں گی اور خود بھی دوسروں کی طرف مائل ہوں گی، ان کے سروں پر ایسے جوڑے بندھے ہوئے بال ہوں گے جیسے اونٹ کے کوہان اونچے ہوتے ہیں۔ نہ وہ جنت میں جائیں گی نہ اس کی خوشبو سونگھ سکیں گی حالانکہ اس کی خوشبوں تو بڑے لمبے فاصلے سے مہکتی ہوگی۔ (مسلم شریف)

حدیث شریف کے سیاق وسباق سے ظاہر یہی ہو رہا ہے کہ ان مردوں اور عورتوں کے دوزخی ہونے کی بڑی وجہ ان کے یہی اعمال ہوں گے جو حدیث میں بیان کئے گئے ہیں۔ اب آج کل کے موجودہ

معاشرے میں کیا ہمیں یہ چودہ سو سال پرانی پیش گوئی کھلی آنکھوں پوری ہوتی دکھائی نہیں دے رہی ہے اور ہمارے مصلحین میں سے کتنے افراد ہیں جو اس صورت حال کے لئے فکر مند اور کوشاں ہوں گے۔

(۲) عن عبداللہ بن عمر وقال: قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ لا یقبض العلم انتزا عاًینتزعہ من العباد ولکن یقبض العلم بقبض العلماء حتی اذا لم یبق عالم اتخذ الناس رؤساجھالاً فسئلوا فافتوا بغیر علم فضلو اواضلوا (متفق علیہ)

(۲) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ علم کو لوگوں کے سینوں سے براہ راست نہیں نکالے گا بلکہ ایک ایک کر کے علماء کو اٹھاتا رہے گا یہاں تک کہ جب ایک عالم بھی نہ رہے گا تو لوگ جاہلوں کو اپنا پیشوا بنالیں گے پھر ان سے فتوے پوچھے جائیں گے اور وہ جانے بوجھے بغیر (جہالت کے) فتوے دیں گے وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ (متفق علیہ)

اس حدیث شریف میں جس صورت حال کی پیش گوئی فرمائی گئی ہے وہ صورت بظاہر تو ابھی پوری طرح سامنے نہیں آئی ہے خدا تعالیٰ کا شکر ہے ابھی علماء حقانی موجود ہیں لیکن اندازہ یہی ہے کہ حالات نے وہ رخ اختیار کر لیا ہے جس کی نشان دہی حدیث بالا میں کی گئی ہے۔ اب طبقہ علماء میں ایسے افراد بھی نمایاں طور پر سامنے آنے لگے ہیں جن کو دیکھ کر اس پیش گوئی کی سچائی اور عنقریب اس کے وقوع پزیر ہونے میں کوئی شک باقی نہیں رہ جاتا اب کسی "دینی تنظیم" کا وجود دین سے بے بہرہ لوگوں کی سرپرستی و شرکت کے بغیر بظاہر دشوار اور ناممکن سمجھا جانے لگا ہے اور پھر ہوتا یہی ہے کہ یہی طبقہ اپنی دولت و ثروت اور اپنی اکثریت کی بنیاد پر تنظیم کا شریک غالب ہی رہتا ہے اور یہ صورت حال مذکورہ حدیث کی پیش گوئی کے مبنی بر صدق ہونے کی شہادت دیتی ہے اور ماننا پڑتا ہے کہ ابھی نہیں تو کچھ دنوں بعد حدیث میں مذکورہ پیش گوئی وقوع پزیر ہو کر رہے گی اور پھر اپنے حلقے کا سب سے بڑا ان پڑھ چودھری سب سے بڑا مفتی بن کر رہے گا۔

(٣) عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول

اللہ ﷺ یوشك ان یاتی علی الناس زمان لا یبقی من الاسلام الا اسمه ولا یبقی من القرآن الا رسمه مساجدهم عامرة وهی خراب من الهدی علماء هم شر من تحت ادیم السماء من عندهم تخرج الفتنة فیهم تعود (رواہ البیہقی)

(۳) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ زمانہ دور نہیں جبکہ اسلام کا صرف نام ہی رہ جائے گا اور قرآن شریف کے صرف نقوش ہی نقوش نظر آئیں گے ان کی مسجدیں آباد نظر آئیں گی مگر نور ہدایت سے خالی اور اجاڑ ہوں گی اس وقت جو علماء ہوں گے وہ آسمان کے نیچے آباد لوگوں میں سب سے بدترین ہوں گے فتنے انہیں میں سے اٹھیں گے اور انہیں میں لوٹ کر پہنچ جائیں گے۔ (بیہقی)

حضرت مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی اس حدیث کے تحت حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ یہ دور علماء سو کا دور ہوگا، اور جاہل، علماء کے نام سے پکارے جائیں گے جیسا کہ ابھی پہلی (اوپر والی) حدیث میں گزرا۔ جو لوگ علماء حقانی پر ان حدیثوں کو چسپاں کرکے بیزار ہونا چاہتے ہیں وہ صرف ان علماء کی مذمت کو نہ پڑھیں بلکہ حدیث کے

ابتدائی مضمون پر بھی غور کرلیں کہ یہ نقشہ اسلام کے دور عروج کا ہے یا اس کے دور نزول کا اور علماء حقانی کا ہے یا علماء سو کا؟۔

(۴) عن ابن عباس قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان اناسا من امتی سیتفقھون فی الدین و یقرون القرآن یقولون فنصیب من دنیاھم و نعتزلھم بدیننا ولا یکون ذالك كمالا یجتنیٰ من القتاد الا الشوك كذالك لا یجتنیٰ من قربھم الا قال محمد بن الصباح كانه یعنی الخطایا (ابن ماجہ)

(۴) حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں ایک جماعت ہوگی جو دین کا قانون خوب حاصل کرے گی اور قرآن کی تلاوت بھی کرے گی پھر یہ کہے گی کہ آؤ ہم ان بے دین حاکموں کے پاس چل کر ان کی دنیا میں بھی حصہ لگالیں اور اپنا دین ان سے علیحدہ رکھیں لیکن ایسا نہ ہو سکے گا جیسا کانٹے دار درخت کے پاس جانے سے سوائے کانٹوں کے کچھ اور نہیں مل سکتا اسی طرح ان کے پاس جاکر سوائے خطاؤں کے اور کچھ حاصل نہ ہو سکے گا۔(ابن ماجہ)

حاشیہ حدیث مذکور۔ حضرت مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی

مہاجر مدنی حدیث مذکور کے حاشیہ میں حضرت سفیان ثوریؒ کی روایت نقل فرماتے ہیں کہ:۔

”انھوں نے حضرت کعبؒ سے پوچھا، فرمایئے وہ کون لوگ ہیں جن کو باب العلم کہا جاسکتا ہے، انھوں نے جواب دیا یہ وہ لوگ ہیں کہ جتنا جانتے ہیں اس پر عمل بھی کرتے ہیں، پھر انھوں نے سوال کیا اچھا تو علماء کے سینوں سے علم نکالنے والی کیا چیز ہے؟ فرمایا ”لالچ“ (دارمی)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ کاش اگر اہل علم اپنے علم کی قدر کرتے اور جو لوگ اس علم کے اہل تھے صرف ان کو سکھاتے تو اپنے زمانے میں سب کے سردار بن کر رہتے مگر انھوں نے تو اس (علم) کو دنیاداروں کے سامنے ڈالدیا تاکہ ان کی دنیا میں سے ان کو بھی کوئی ٹکڑا مل جائے آخر ان کی نظروں میں وہ ذلیل و خوار بن کر رہ گئے۔ (ابن ماجہ)

ان احادیث کو ہم نے عبرت کے لئے نقل کیا ہے ایک حدیث میں ہے کہ آئندہ چل کر ایسے علماء پیدا ہوں گے جو اپنی روٹی اپنی زبانوں سے اس طرح حاصل کریں گے جیسا بیل زبان سے بھوسا

کھاتا ہے۔ ایک حدیث اور نقل کرنا ضروری ہے، فرمایا کہ بہترین مخلوق بہترین علماء ہیں اسی طرح بدترین مخلوق بھی بدترین علماء ہیں۔

خیر و شر کی یہ تقسیم تا قیامت چلتی رہے گی ہاں قلت و کثرت کا فرق ضرور رہے گا۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے کہ ہم ہر دو نوع کے علماء کو پہچانیں اور ان میں فرق قائم رکھیں اور سب کو ایک لاٹھی سے نہ ہانکیں، در حقیقت یہاں ان کو شرار علماء کہا گیا ہے ورنہ وہ صرف نمائشی علماء ہوں گے۔ مصیبت یہ ہے کہ خیر و شر صحیح و غلط معلوم کرنے کی ہمارے دلوں میں کوئی ترازو باقی نہیں رہی۔" (ترجمان السنۃ جلد ۴ صفحہ ۳۲۴)

راقم السطور عرض کرتا ہے کہ صحیح و غلط معلوم کرنے کی ترازو تو ہر دل میں اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے مگر چونکہ ہمارے دلوں میں دین کی عظمت و اہمیت ہی نہیں ہے تو دین کے لئے ہم وہ ترازو استعمال ہی نہیں کرتے ہیں ورنہ اپنے معاملات و مقدمات کے لئے ہم کس طرح اچھا قانون داں اور کامیاب وکیل تلاش کر لیتے ہیں؟ اپنے مریضوں کے علاج کے لئے کس طرح اچھا معالج حکیم اور ڈاکٹر تلاش کر لیتے ہیں؟ اسی طرح عالم حقانی اور نمائشی عالم کو بھی پہچانا

جاسکتا ہے مگر یہ اسی وقت ہو سکے گا جب اس کے پہچاننے کا ارادہ اور فکر بھی کریں گے۔

حدیث مذکور بالا اور اس سے متعلق حاشیہ میں مذکور دوسری احادیث کی "پیش گوئی" موجودہ حالات میں صاف طور پر مشاہدہ میں آرہی ہے کہ کتنے ہی علماء عصر، حکام وقت اور امراء زمانہ کی سرپرستی حاصل کر کے دین و دنیا کی سودے بازی اور لین دین میں مصروف ہیں۔

(۵) عن ابی هريرة عن رسول الله ﷺ قال لياتين على الناس زمان لا يبقىٰ احد الا اكل الربوا فان لم يا كله اصابه من بخاره ويروىٰ من غباره (رواہ احمد و ابوداؤد نسائی و ابن ماجہ)

(۵) حضرت ابو ہریرہؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک زمانہ آکر رہے گا کہ کوئی شخص ایسا نہ ہوگا جس نے سود نہ کھایا ہو، نہ بھی کھایا ہوگا تو غیر ارادی طور پر اس کا دھواں تو پہنچ ہی جائے گا۔

(۶) عن ابی هريرة قال: قال رسول الله ﷺ ياتی

علی الناس زمان لا یبالی المرء ما اخذ من الحلال ام من الحرام (بخاری)

(۶) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ کسی کو یہ بحث نہ رہے گی کہ جو مال وہ لے رہا ہے یہ حلال ہے یا حرام۔ (بخاری)

(۷) عن ابی مالک عن الاشعری انه سمع رسول اللہ ﷺ یقول لیشربن ناس من امتی الخمر لیسمونها بغیر اسمها (رواہ ابوداؤد و ابن ماجہ)

(۷) حضرت ابومالک اشعریؓ کہتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت میں کچھ لوگ ایسے ضرور آئیں گے جو شراب پئیں گے اور اس کا بدل کر دوسرا نام رکھیں گے۔ (ابوداؤد و ابن ماجہ)

مذکورہ بالا حدیثوں کی پیش گوئیاں بھی حرف بہ حرف اور نقطہ بہ نقطہ پوری ہو رہی ہیں جس کا انکار صرف کوئی "کٹھ حجت" ہی کر سکتا ہے۔

ربوا (سود) کو حلال کرنے کی کوشش تو زمانۂ دراز سے چلی

آرہی ہے مگر پچھلے زمانے میں یہ کوشش زیادہ تر اس طبقہ کی طرف سے کی جارہی تھی جسے ہماری روزمرہ کی زبان میں اب "دانشور" کہا جانے لگا ہے، حضرات علماء اسے حرام ہی کہتے رہے ہیں۔

لاہور کی ایک مجلس میں بڑے بڑے دانشورانِ ملک و قوم اکٹھے تھے حضرات علمائے حقانی بھی موجود تھے۔ مجلس میں سود کو حلال و جائز قرار دینے کی بات چھڑ گئی حضرات علماء کو اصرار تھا کہ سود قطعی طور پر حرام ہے اور اسے حلال قرار دینے میں اللہ تعالیٰ کے جلال و غضب کا سامنا اور اعلان جنگ کو قبول کرنا پڑے گا۔

دانشور طبقہ کے لوگ ملت مسلمہ کی ناداری و پستی کا علاج صرف سود کو حلال قرار دینے ہی کو تجویز کررہے تھے۔ بہت دیر تک طرفین ردوکد میں مصروف رہے، آخر کو مجبوراً حضرت شاہ محمد انور صاحب علیہ الرحمہ کو یہ کہہ کر سلسلۂ بحث بند کرنا پڑا کہ اللہ ورسول کا حکم یہی ہے کہ سود حرام ہے اور اسے حلال کہنا خدائے تعالیٰ سے جنگ کرنا ہے۔ اس کے بعد اگر کوئی دوزخ میں جانا ہی چاہتا ہے تو جائے ہمارے کاندھوں پہ سوار ہوکر نہ جائے، اس کے لئے ہمارا کاندھا استعمال نہ کرے۔ مگر اب صورت حال بالکل بدل چکی ہے۔

اب اگا دگا کوئی عالم نہیں بلکہ علماء کی پوری ایک ٹیم کی ٹیم، مختلف ناموں کی جماعتیں، سود کی حلت کا فتویٰ دے کر دوزخ میں جانے والوں کو کندھا دے رہی ہیں۔

بینک کے سود کو جائز قرار دینے والوں کو یہ غور کرنا چاہئے کہ اس وقت سود کی جو نوعیت ہے یہ "عموم بلویٰ" کی ہے لیکن اس سے احتراز و پرہیز بھی ممکن ہے ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص سود کھانے سے بچ جائے لیکن اس کے غبار و بخار سے بچناد شوار ہو گا۔

اب اگر بینک کا یہ سود بھی سود نہ رہے تو پھر دنیا میں سود کے ایسے شیوع کی صورت ہی کیا ہو گی جس کی حدیث میں پیش گوئی کی گئی ہے پھر تو پیش گوئی ہی بالکل بے بنیاد اور غلط ٹھہرتی ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

یہی ابتلا اس وقت شراب نوشی کا بھی ہے کوئی خالص شراب پیتا ہے اور کوئی کوکا کولا اور پیپسی کی شکل میں شراب آمیز "نخالص مشروب" پیتا ہے نام بدل کر شراب نوشی ہو رہی ہے اب شراب کو ٹانک کا عنوان دیدیا گیا ہے۔

(۸) عن مرداس ن الا سلمی قال: قال رسول اللہ

ﷺ يذهب الصالحون الا ول فالا ول وتبقى حفالة كحفالة الشعير و التمر لايبا ليهم الله با لة (بخاری)

(۸) حضرت مرداس اسلمیؓ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نیک لوگ ایک ایک کر کے اٹھتے جائیں گے اور بد کردار لوگ رہ جائیں گے جو جو کی بھوسی اور کھجور کے چورے کی طرح بے کار ہوں گے اللہ تعالیٰ کو ان کی ذرہ برابر بھی پرواہ نہ ہو گی۔ (بخاری) (ترجمان السنۃ صفحہ ۳۲۷ جلد ۴)

اس حدیث پر حضرت مصنف ہی کا یہ حاشیہ بھی ہے فرماتے ہیں:-

”پیش گوئی بھی دیکھنے میں ایک معمولی سی معلوم ہوتی ہے لیکن سوائے اس کے اور کوئی کیا سمجھے کہ آخر میں مسلمان صرف ایسے رہ جائیں گے جن کی مثال جو اور کھجور کی بھوسی کی ہو گی اسلام سے انکا دور کا واسطہ نہ رہے گا نہ ان کو اپنی دنیوی اصلاح و ترقی کی فکر رہے گی صرف اغراض واہوا باقی رہ جائیں گی اور جو بھی جتنا تیس مار خاں ہو گا اس کا نظریہ صرف اپنی ہی اغراض رہ جائے گی وہ لوگ خال ہی خال ہوں گے جن کے سامنے تحفظ انسانیت و تحفظ اسلام کا سوال باقی رہ

جائے، جو ریسرچ بھی ہو گی وہ اسلام جیسے مذہب کے برخلاف پھر یہ
بھی کس کی؟ یعنی مدعیان اسلام کی"۔

ان عجیب انقلابات کی خبریں دنیا کیا منجملہ معجزات شمار نہ کیا
جائے؟۔

(۹) عن ابی هريرة قال: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم تقوم
الساعة حتیٰ يكثر المال و يفيض حتیٰ يخرج الرجل
زكوٰة مالهٖ فلا يجد فيها احداً يقبلها و حتى تعود ارض
العرب مرؤ جاوانهاراً (رواہ مسلم، ترجمان السنۃ صفحہ ۳۲۸
جلد ۴)

(۹) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک کہ مال کی اتنی
کثرت نہ ہو جائے کہ مال بہا بہا پھرنے لگے یہاں تک کہ ایک شخص
اپنے مال کی زکوٰۃ دینے کے لئے گھر سے نکلے گا تو اس مال کو لینے والا
کوئی نہ ملے گا۔ قیامت اس وقت تک نہ آئے گی جب تک سرزمین
عرب سرسبز باغ نہ بن جائے اور اس میں نہریں نہ نکل جائیں۔
(مسلم شریف)

خطہ عرب کو جاننے والے برابر مشاہدہ کررہے ہیں کہ قرآن مجید کی نقل کے مطابق جو وادی "غیر ذی زرع" کہی گئی ہے وہی وادی اب کس حد تک سرسبزی و شادابی میں تبدیل ہو چکی ہے اور یہ ترقی برابر ترقی پذیر ہو رہی ہے۔

حضرت مصنف علام اس حدیث کے حاشیہ میں رقم طراز ہیں:-

"یہ پیش گوئی اس سرزمین کے متعلق ہے جہاں پینے کے پانی کے لئے لوگ ترستے تھے اور سایہ کے لئے کیکر (ببول) کے درخت کے سوا کوئی درخت نہ ملتا تھا اور وہ بھی بہ مشکل پھر یہ اس جزم و یقین کے ساتھ ہے جیسے قیامت کی آمد سے پہلے اس کا تسلیم کرلینا نہ معلوم کتنی تاویلات کا محتاج ہوگا لیکن اس خلاف قیاس پیش گوئی کا آج آنکھیں مشاہدہ کررہی ہیں اور ایسے حالات پیدا ہوتے جارہے ہیں کہ عنقریب مُو بہ مُو اس کا مشاہدہ ہوگا۔

(۱۰) عن ابی ھریرۃ قال: قال رسول اللہ ﷺ والذی نفسی بیدہ لا تذھب الدنیا حتی یاتی علی الناس یوم لایدری القاتل فیم قتل ولا المقتول فیم قتل فقیل کیف یکون ذالک قال الھرج القاتل والمقتول فی النار (رواہ مسلم،

ترجمان السنۃ صفحہ ۳۲۹)

(۱۰) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے دنیا اس وقت تک ختم نہ ہوگی جب تک لوگوں پر وہ دور نہ آجائے جس میں مارنے والے کو یہ بحث نہ ہو کہ اس نے مقتول کو کیوں قتل کیا ہے۔ نہ مقتول کو یہ پتہ ہوگا کہ اسے کیوں قتل کیا گیا ہے آپ سے عرض کیا گیا کہ یہ صورت کیسے ہوگی؟ آپ نے فرمایا وہ زمانہ اندھا دھند مارکاٹ کا ہوگا ایسے زمانے کے قاتل و مقتول دونوں ہی دوزخ میں جائیں گے (کیونکہ دونوں ہی قتل ناحق کا جذبہ رکھتے ہوں گے)

(ترجمان السنۃ صفحہ ۳۲۹ جلد ۴)

اس پیش گوئی کے حاشیہ میں حضرت مصنف علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:-

"اس بعید از قیاس پیش گوئی کا نقشہ ۴۷ء کے انقلاب میں کس صفائی سے آنکھوں نے دیکھ لیا، گزشتہ بڑے بڑے اپنی اپنی کتابوں میں اس کی تاویلیں کر کے چلے گئے کیا کسی اعجاز سے یہ پیش گوئی کم ہے" انتہا۔

حضرت مصنف تو ۴۷ء میں پاکستان اور پھر ارض پاک مدینہ طیبہ ہجرت فرماگئے مگر ہندوستان میں تو اس کی صورت فرقہ وارانہ فساد کے دوران برابر ہی دیکھنے میں آتی رہتی ہے۔ (رومی)

(۱۱) عن ابی هريرة قال: قال رسول الله ﷺ لاتقوم الساعة حتیٰ يقبض العلم و تكثر الزلازل و يتقارب الزمان و تظهر الفتن و يكثر الهرج وهو القتل حتى يكثر فيكم المال فيفيض (بخاری، ترجمان السنۃ صفحہ ۳۳۰)

(۱۱) حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور رسول مقبول ﷺ نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک نہیں آسکتی جب تک کہ علم نبوت (دنیا سے) اٹھا نہ لیا جائے۔ پھر زلزلے کثرت کے ساتھ نہ آنے لگیں اور دنوں میں بے برکتی نمایاں طور پر محسوس نہ کی جانے لگے اور فتنے نہ ظاہر ہونے لگیں اور قتل کی اس طرح کی کثرت نہ ہو جائے کہ نہ قاتل کو خبر ہو کہ اس نے کیوں قتل کیا اور نہ مقتول کو پتہ ہو کہ وہ کیوں مارا گیا اور جب مال کے لینے والوں کی کمی کی وجہ سے لوگوں کے پاس مال کی کثرت ہو جائے تو مال پانی کی طرح بہنے لگے۔

(بخاری، ترجمان السنۃ صفحہ ۳۳۰)

حاشیہ حدیث:۔ ”یہ ہے علم غیب کا وہ حصہ جو نا آشنا افراد پر آج تک اوجھل رہا ہے وہ نہیں جانتے کہ آپ سے جو سوال آپ کی آخری عمر میں ہوا وہ بھی عجیب و غریب واقعات تھے جن کو (حدیث جبرئیل میں) ”فاخیرنی عن اماراتھا“ میں دریافت کیا گیا تھا۔ یعنی اگر آپ کو قیامت کا صحیح وقت معلوم نہیں تو اس کی کچھ علامات ہی بیان فرمادیجئے۔ حدیثوں میں بیدار مغزوں کے لئے اس کی بڑی لمبی چوڑی تفصیلات موجود ہیں اگر ہم ادھر جائیں تو ان علامات ہی کے ذکر کے لئے ایک جلد درکار ہے، اب سوچئے کہ (اس دور میں) علوم کی کتنی کثرت ہے اور علم نبوت کا کتنا فقدان ہوتا جارہا ہے“۔

(یہ فقدان آخر کیسے نہ ہو جب کہ بڑے زور شور کے ساتھ علوم عصریہ کے مبلغین دینی مدارس کو بھی عصری درسگاہوں میں تبدیل کردینے کی تبلیغ میں سرگرم کار ہیں اور ابن الوقت نام نہاد علماء دین بھی علم دین کی فرضیت سے منحرف ہوکر ”علم مطلق“ ہی کی تحصیل کو ضروری مانتے ہوئے علوم عصریہ کے مبلغین کی ہمنوائی کرنے میں ہی فخر محسوس کرتے ہیں۔ رومؔی)

”کیا یہ قیاس کی بات ہے کہ جس عہد میمون میں سوائے علوم

نبوت کے ان علوم (جدیدہ و عصریہ) کا پتہ ہی نہ ہو اس زمانے میں یہ بتادیا جائے کہ یہ علم نبوت گم ہو کر وہ زمانہ آنے والا ہے جب کہ تعلیم یافتہ طبقہ وہی کہلائے گا جو علم نبوت سے یکسر خالی ہو"۔

حضرت مصنف علیہ الرحمہ کی اس حقیقت نگاری کی مزید توضیح کے لئے راقم السطور اپنی ایک پرانی گفتگو کو نقل کر دینا بھی مناسب سمجھتا ہے۔

تقریباً پندرہ بیس سال پہلے کی بات ہے کہ احقر کو ایک دینی تعلیمی کانفرنس میں شرکت کا اتفاق ہوا جس میں تعلیم سے وابستہ ایک بڑی مشہور شخصیت نے اپنی تقریر میں مسلمانوں کی تعلیمی پسماندگی پر خصوصیت سے کلام فرمایا تھا۔ دوسرے دن صبح کو راقم السطور موصوف سے اجازت لے کر ان کی قیام گاہ پر حاضر ہوا اور ادب کے ساتھ ان سے یہ سوال کیا کہ جناب نے مسلمانوں کی تعلیمی پسماندگی کا اندازہ کرنے کے لئے ان کا تعلیمی ریکارڈ کہاں سے حاصل کیا ہے؟ بظاہر اندازہ یہی ہے کہ جناب کو یہ اعداد و شمار عصری درسگاہوں، اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹی ہی سے حاصل ہوئے ہوں گے۔ لیکن جناب کے علم میں معاملہ کا یہ پہلو بھی ہونا چاہئے

کہ مسلمانوں کا ایک طبقہ ملک میں پھیلے ہوئے عربی دینی مدارس میں تعلیم حاصل کرتا ہے (اور شاید اسی طبقہ کی بدولت ملک میں اردو زبان زندہ ہے) ان مدارس میں پڑھنے والوں کے اعداد و شمار شاید جناب کو حاصل نہ ہو سکے ہوں گے اس لئے ماننا پڑے گا کہ یہ طبقہ جناب کے اعداد و شمار میں نہ آسکنے کی وجہ سے "ناخواندہ" ہی قرار پائے گا۔

موصوف نے سوال کو مبنی بر حقیقت سمجھتے ہوئے راقم السطور کی رائے سے اتفاق فرمایا اور محسوس کیا کہ معاملہ کا یہ پہلو قابل غور و لائق توجہ ہے۔

(۱۲) عن ابی هریرة قال: قال رسول الله ﷺ بدأ الاسلام غریبا و سیعود غریبا فطوبی للغرباء (رواہ مسلم)

(۱۲) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اسلام کا آغاز بھی غربت و اجنبیت کی حالت میں ہوا تھا اور عنقریب ہی وہ پھر اسی غربت اور اجنبیت کی حالت میں ہو جائے گا لہٰذا ایسے لوگوں کے لئے خوش خبری ہے جو ماحول میں غریب و اجنبی سمجھے جائیں (مسلم شریف)

اس حدیث شریف کو عام طور پر حضرات محدثین نے پیش گوئیوں کے تحت اگرچہ ذکر نہیں فرمایا ہے لیکن حدیث کے دوسرے فقرے "سیعود غریبا" "سین" کے استعمال نے جو زمانہ استقبال کے لئے ہوتا ہے اسے بھی "پیش گوئی" کا مصداق بنادیا ہے اور اسی وجہ سے یہ حدیث آج کل کے معاشرے کا گہرائی سے مطالعہ چاہتی ہے۔

حضور اقدس ﷺ نے ان چھوٹے چھوٹے دو فقروں میں پوری تاریخ اسلام کے طویل زمانے میں رونما ہونے والے انقلاب و تغیر کا پورا نقشہ کھینچ دیا ہے اور بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے اپنے ارشادات مبارکہ کے لئے " اوتیت جوامع الکلم" کا جو جامع فقرہ ارشاد فرمایا ہے یہ زیر نظر حدیث بھی یقینی طور پر انھیں "جوامع الکلم" میں شمار ہونے کے لائق ایک "کلمۂ جامع" ہے۔

حدیث شریف کا پہلا فقرہ "آغاز اسلام" کے وقت جو کیفیت تعلیمات اسلام اور ان کے حاملین حضرات صحابہ کرامؓ کی تھی اس وقت کا معاشرہ اسے قبول کرنے اور اس سے ہم آہنگ ہونے کے

لئے بالکل تیار نہ تھا۔

اسلام کی تعلیم توحید ان کے لئے بالکل ہی غیر مانوس اور اجنبی تھی۔ چنانچہ قرآن مجید نے اس صورت حال کی ترجمانی اس طرح کی ہے۔

اَجَعَلَ الۡاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۖ اِنَّ هٰذَا لَشَیۡءٌ عُجَابٌ ۝ (سورہ ص آیت ۵)

"کیا (اس شخص نے) اتنے سارے معبودوں کا ایک ہی معبود بنا دیا واقعی یہ تو بڑی عجیب بات ہے" (سورہ ص آیت ۵)

عقیدۂ آخرت بعثت اور حشر و نشر کو سن کر اس کا اس طرح مذاق اڑایا گیا۔ قرآن مجید نقل کرتا ہے۔

وَقَالَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا هَلۡ نَدُلُّکُمۡ عَلٰی رَجُلٍ یُّنَبِّئُکُمۡ اِذَا مُزِّقۡتُمۡ کُلَّ مُمَزَّقٍ ۙ اِنَّکُمۡ لَفِیۡ خَلۡقٍ جَدِیۡدٍ ۝ اَفۡتَرٰی عَلَی اللّٰهِ کَذِبًا اَمۡ بِهٖ جِنَّةٌ ۝ (سورہ سبا آیت ۷، ۸)

اور کافروں نے کہا (آؤ) ہم تمہیں ایک ایسا شخص بتلائیں جو تمہیں یہ خبر پہنچا رہا ہے کہ جب تم بالکل ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے تو تم پھر سے ایک نئی پیدائش میں آؤ گے (ہم نہیں کہہ سکتے کہ) خود اس نے

ہی اللہ پر جھوٹ باندھ لیا ہے یا اسے جنون و دیوانگی ہے۔ (سورہ سبا آیت ۷، ۸)

آغاز اسلام کے دور میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ساحر و مجنون کہا گیا، آپ کے صحابہؓ کرام پر بھی دیوانگی کے فقرے چست کیئے گئے۔

آغاز اسلام کی یہ تفصیلات تمام تر کتب تاریخ میں موجود ہیں انھیں نقل کرنے اور دہرانے کی ضرورت نہیں ہے اس لئے ہم اس دور سے متعلق یہ اشارات کر کے آج کل کے دور کی بات کرنا چاہتے ہیں جسے حدیث مذکور میں ''سیعود غریبا'' کی پیش گوئی فرما کر امت کو اس انقلاب و تغیر سے متنبہ کیا گیا ہے۔

حدیث مذکور کی یہ ''سیعود غریباً'' کی پیش گوئی بھی آج کے دور میں ہمیں اس طرح پوری ہوتی دکھائی دے رہی ہے جس طرح اس کا پہلا ٹکڑا جو بہ صیغۂ ماضی ہے زمانۂ گزشتہ میں اب سے چودہ سو سال پہلے یقینی طور پر زیر مشاہدہ آچکا ہے۔ ان دونوں میں اگر کچھ فرق ہے تو اس قدر کہ ماضی میں مذہب اسلام کی غرابت و نامانوسیت بڑی حد تک صرف عقائد اسلام کی حد تک محدود تھی اور آج کل پیش گوئی کے دوسرے جزو سے متعلق جو غرابت یا نامانوسیت یا جو

وحشت و اجنبیت دکھائی دے رہی ہے وہ صرف عقائد اسلام کی حد تک محدود نہیں ہے بلکہ اس وقت اسلام کا تقریباً پورے کا پورا معاشرہ اسلامی وضع قطع، ہیت و لباس بود و باش، نشست و برخاست، آداب و اخلاق تک میں تعلیمات مذہب پر عمل پیرا مسلمان کو رائج الوقت مغرب زدہ معاشرہ میں بالکل اجنبی و غریب اور نامانوس محسوس کیا جاتا ہے اور یہ صورت حال بعض اوقات اس درجہ بعد اور دوری رکھتی ہے کہ تعلیمات اسلام کے پیرو کے لئے اس درجہ مخالف ماحول میں اپنے آپ کو ایڈجسٹ اور ہم آہنگ کرنا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔

اب سے چالیس پچاس سال پہلے صورت حال یہ تھی کہ اکبرالٰہ آبادی کے اس کہنے کے باوجود کہ۔

اسلام کی رونق کا کیا حال کہیں تم سے
کونسل میں بہت سید مسجد میں فقط جمّن

مسجدوں میں جو نمازی آتے تھے وہ پورے لباس (فل ڈریس) میں آتے تھے اور سرکاری ڈیوٹی کی صورتِ مجبوری کے علاوہ ان کی کوشش یہی ہوتی تھی کہ وہ مسجدوں میں حتی الامکان مسلمان بن کر

آئیں لیکن جیسے جیسے فیشن نے انسان کو اس کی پیدائشی حالت "برہنگی" کے قریب کرنا شروع کر دیا اب مسلمانوں کی خاصی تعداد کا کامن ڈریس ہی ان کا فل ڈریس ہو گیا ہے اب مسجدوں میں کرتا و پاجامہ یا قمیض و پاجامہ تو خال ہی خال دیکھنے کو ملتا ہے، بیشتر نماز رنگ برنگی جرسیاں اور مختلف وضع قطع کے پتلون پہنے ہوئے دکھائی دیں گے۔ (اور ننگے سر نماز پڑھنے کا رواج بھی بڑھتا جا رہا ہے)

کوئی شادی وغیرہ کی بڑی تقریب ہو تو وہاں جس انداز کا مجمع اکٹھا ہو گا وہ اسلامی تعلیمات سے اس درجہ دور ہو گا کہ کسی پابند مذہب کو اس محفل میں اس طرح دیکھا جائے گا جیسے وہ کسی "زو" سے لایا گیا کوئی "عجوبہ" ہے۔

کسی بزرگ کا یہ ارشاد کانوں میں پڑا ہوا محفوظ ہے کہ اگر ایسی کوئی صورت ہو جائے کہ حضرات صحابہ کرامؓ میں۔ سے کوئی بزرگ ہماری آج کی دنیا اور آج کے معاشرے میں تشریف لے آئیں تو آج کل کا مغربی فیشن زدہ طبقہ انھیں اسی طرح دیوانہ و مجنون کہہ دے گا جس طرح آغاز اسلام میں انھیں دیوانہ و مجنون کہا گیا تھا۔

ان بزرگ کے ارشاد کا دوسرا ٹکڑا بھی ہے کہ وہ بزرگ ہمارے

متعلق کیا تصور قائم کریں گے لیکن اس دوسرے ٹکڑے کو راقم السطور نقل کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔ آپ حضرات ماشاء اللہ صاحب عقل و خرد ہیں جنھیں اشارہ ہی کافی ہوتا ہے۔ امید یہی ہے کہ آپ حضرات صحابہ کرامؓ کے تاثرات اپنے بارے میں خود ہی سمجھ لیں گے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

عبدالقدوس رومیؔ مفتی شہر آگرہ

۲۲؍ جولائی ۲۰۰۱ء۔ ۲۹؍ ۴؍ ۱۴۲۲ھ

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

شائع کردہ

مدرسہ افضل العلوم، تاج گنج، آگرہ

ملنے کا پتہ

جیمس فوٹو کمپنی، شو مارکیٹ، آگرہ